خطبات خواجہ شمس الدین عظیمی

ACD 10

Track - 2

68:00

عرس مبارک 2000 ئ

''کشش و گریز کے مطابق تغیر ہی زندگی ہے''

عزیزان گرامی قدر دوستو، آواز سے آپ کواندازہ ہوگیا ہے کہ طبیعت ٹھیک نہیں
ہے۔ آج غالباً پانچواں روز ہے کہ بخار مہربان ہوا ہوا ہے۔ میں نے اس سے کہا
بھی تھا بھئی کہیں اور چلے جاؤ اس نے کہا نہیں آپ سے اچھا بندہ نہیں ملا
کوئی۔تو جب پشاور سے ، گلاسگو سے، لندن سے آپ سے ملنے آسکتے ہیں تو
مجھے آپ کیوں بھگا رہے ہیں میں بھی آپ سے ملنے آگیا ہوں۔ تو اب جتنی دیر
میں بول سکوں گا انشاء اللہ بات کروں گا۔یہ آواز کا ایسا حساب ہے کہ شاید
بولتے بولتے ٹھیک ہوجائے۔ تقریریں آپ نے بہت ساری سنی ہیں۔ میری تقریر بھی
ایک نہیں ایک سے زیادہ تو آپ لوگ سن چکے ہیں۔ ایک بات آپ کو بھی سوچنی
چاہئے۔ میں بھی سوچتا ہوں کہ ایک آدمی جب کہیں بیٹھ جاتا ہے تو اس کے ارد
گرد بہت سارے لوگ جمع ہوجاتے ہیں۔ وہ لوگوں سے بھاگتا ہے۔ لوگ اسے
گھیرتے ہیں۔ یہاں تک نوبت آجاتی ہے کہ ہجوم آشنا اس کو گھیرے رہتا ہے ۔
اس کا نہ اپنا کوئی وقت ہوتا ہے نہ کوئی آرام ہوتا ہے ۔ اس کے برعکس کچھ
لوگ بیچارے چاہتے ہیں کہ ہمارے پاس لوگ آئیں،ہمارے پاس بیٹھیں۔لیکن لوگ
ان کے پاس نہیں جاتے۔ اور اگر جاتے بھی ہیں۔وقتی طور پر تھوڑی دیر بیٹھ کے
ادھر کی ادھر کی باتیں کرکے واپس چلے آتے ہیں۔ یعنی کشش ان کے اندر اتنی
نہیں ہوتی کہ لوگ جوق در جوق اس کے ارد گرد جمع ہوجائیں۔ پڑے کے پڑے نظر
آئیں ۔ اور میں نے تو عجیب نظارہ دیکھا ہے کہ کچھ لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں کہ
آدمی کم ہوتے ہیں اور جنات اور فرشتوں کی تعداد زیادہ ہوتی ہے۔ آدمی
حیران ہوتا ہے کہ یہ فرشتے کہاں سے آگئے۔ جنات اتنے سارے کیسے جمع ہوگئے۔
سوچنے کی بات یہ ہے کہ آخر ایسا کیوں ہے اس آدمی کے اندر کیا خوبی ہے ، کیا
وصف ہے ۔ کیا اس کے اندر کوئی ماورائیت ہے ۔ یا اس کے خور د و نوش کا
اہتمام دوسرے لوگوں سے مختلف ہے۔ کیا وہ سوتا نہیں ہے؟یا اس کی ضروریات
زندگی نوع انسانی سے مختلف ہیں۔ تو وہاں یہ نظر آتا ہے کچھ بھی مختلف نہیں
ہے۔ کھانا بھی وہی ہے جو سب کھاتے ہیں۔ سونا بھی وہی ہے جو سب سوتے
ہیں۔ پھر وہ کون سی شئے ہے ۔ وہ کون سا وصف ہے ۔ وہ کون سی کشش
ہے ۔ کون سا میگنٹ ہے جو اس بندے کے سامنے لوگوں کو جانے پر مجبور کرتی
ہیں۔نہ صرف مجبور کرتی ہیں بلکہ وہ اس سے والہانہ پیار بھی کرتے ہیں،
عشق بھی کرتے ہیں۔ اس کے پس پردہ اس کی تعریف بھی کرتے ہیں۔اس کی

فراق میں آہ و بکا بھی کرتے ہیں۔روتے بھی ہیں۔ دل تھام کے بھی بیٹھ جاتے
ہیں۔ کیا وصف ہے؟ کون سی ایسی شئے ہے؟ تو یہ آج کا ہمارا مسئلہ ہے۔
اس پہ ہم غور کریں گے۔ حضور قلندر بابا اولیا کا آج سالانہ عرس ہے۔ بائیس
سال حضور کو اس دنیا سے پردہ فرمائے ہوگئے ہیں۔ جبکہ عام حالات میں جب
کوئی آدمی اس دنیا سے پردہ کرتا ہے تو زیادہ سے زیادہ چھ مہینے میں سال بھر
میں لوگ اس کا تذکرہ بھی بھول جاتے ہیں۔ لیکن یہ ایسی شخصیات ہیں کہ
جتنا ان پر وقت زیادہ ہوتا ہے اسی مناسبت سے لوگوں کے دل ان کی طرف
زیادہ مائل ہوجاتے ہیں۔اور ایسا لگتا ہے کہ وہ مر کر زندہ ہوگئے۔ حضور داتا
گنج بخش ایک ہزار سال کے قریب ہوگئے ہیان کے ... دنیا میں نہیں ہے ...کس
قدر بڑا ہجوم ہے۔ کس قدر وہاں لنگر ہے۔ کس قدر وہاں پڑھنا پڑھانا ہے۔
کتنے لوگوں کو وہاں جاکر سکون ملتا ہے۔ کتنے لوگوں کی اللہ میاں ان کی
طفیل میں ، ان کے وسیلے سے دعا قبول کرتا ہے ۔ یہ تلاش یہ کرنا ہے کہ ان
میں کیا ایسی چیز ہے کیا ایسی خوبی ہے جس خوبی کی بنیاد پر یہ چھ ارب
انسانوں میں ایک آدمی نمایاں ہوجاتا ہے۔ جو چھ ارب آدمی میں بات نہیں ہوتی
وہ اس ایک آدمی میں ہوتی ہے۔ یہ قلندر بابا ہوئے۔ لعل شہباز قلندر ہوئے۔
خواجہ معین الدین چشتی غریب نواز ہوئے۔ حضرت عبد القادر جیلانی ہوئے پیر
صاحب ہوئے۔ داتا صاحب ہوئے۔ شاہ عبد اللطیف بھٹائی ہوئے۔ ان کے بارے میںیہ
کہنا کہ یہ مرگئے۔ میرا خیال ہے اس سے بڑی کوئی جہالت نہیں ہوسکتی۔
مرنے کا مطلب تو یہ ہے کہ جس کا نام مٹ جائے۔ جس کو کوئی پہچانے نہیں۔
جس کو کوئی جانے نہیں۔ اگر ایک آدمی افریقہ میں ہے اور اس کا یہاں نام لیا
جارہا ہے تو ہم اسے یہ نہیں کہہ سکتے کہ صاحب وہ تو مر گیا۔کیونکہ وہ
افریقہ میں زندہ ہے اس لئے یہاں بھی زندہ ہے۔ اگر ایک آدمی اس دنیا سے جانے
کے بعد عالم اعراف میں زندہ ہے تو آپ افریقہ میں زندہ ہونا، عالم اعراف میں
زندہ ہونا کیا فرق ہے؟ دنیائیں الگ الگ ہیں۔ایک دنیا امریکہ ہے، ایک دنیا افریقہ
ہے۔ اسی طرح ایک دنیا یہ دنیا عالم ناسوت اس کا نام ہے۔ دوسری دنیا اس کا
نام عالم اعراف ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں شہداء کے بارے میں فرمایا ہے
کہ یہ مرتے نہیںہیںیہ زندہ رہتے ہیں تم لوگوں کو اس کا شعور نہیں ہے۔ یہ
بھی ہے رسول اللہ ﷺ کا ارشاد عالی مقام ہے کہ جب تم قبرستان جاؤ تو کہو ...
السلام علیکم یا اھل القبور ... رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیںقبرمیں رہنے والے تمہارے
سلام کا جواب دیتے ہیں۔ لیکن تم سنتے نہیں ہو۔ بل احیا... لا تشعرون ... تم کو
سنتے ہیں، تم کو دیکھتے ہیں، تمہارے آنے سے خوش ہوتے ہیں ۔ لیکن تم نہیں
سنتے۔ کیوں نہیں سنتے؟ اس لئے نہیں سنتے کہ آپ نے کبھی اس آواز کو سننے
کی کوشش ہی نہیں کی۔ آپ کے پاس ایک بہترین قلم ہے ۔ اب لکھنا ساکت
ہوگیا۔قلم بے کار ہوگیا۔ جب بھی کوئی آدمی اس قلم سے کام لے گا قلم لکھنا
تو اب یوں سمجھئے اس بات کو کہ انسان کی ایک زندگی یہ شروع کردیگا۔
ہے کہ وہ پاکستان میں ہے۔ ایک زندگی انسان کی یہ ہے کہ وہ افریقہ میں ہے۔

افریقہ میں اگر کوئی زندہ ہے ، پاکستان میں وہ آتا ہی نہیں ۔ سو سال نہیں
آتا، اس کی سو سال کی عمر ہے ۔تو آپ اسے زندہ کہیں گے یا مردہ کہیں گے؟
اچھا اب اس دنیا سے کوئی آدمی چلا گیا۔اس کا نام عالم اعراف ہے۔ وہاں وہ
زندہ ہے ۔ تو اس دنیا میں مرا ہوا ہے یا زندہ ہے؟ بس سمجھ کے بتائیں بات اگر
آپ کی یہ بات سمجھ میں نہیں آئے گی تو آئندہ سمجھ نہیں آئے گی۔ ایک آدمی
افریقہ میں ہے ، سو سال اس کی عمر ہے۔ پاکستان میں وہ آیا ہی نہیں۔ اس
نے دیکھا ہی نہیں۔ کسی ذریعے سے ہمیں پتہ ہے وہ ایک آدمی ہے ، میٹر ہے۔
کیا وہ پاکستان میں زندہ ہے یا نہیں ہے؟ایک آدمی پاکستان میں رہ رہا ہے وہ
افریقہ چلا گیا اور پھر واپس یہاں نہیں آتا۔جب وہ افریقہ میں زندہ ہے تو یہاں
وہ زندہ ہے یا مر گیا؟ اچھا اب ایک آدمی دنیا میں پیدا ہوا ۔ ساٹھ سال تک یہاں
رہا۔ ساٹھ سال کے بعد یہاں سے اس نے کہا کہ اب یہاں نہیں رہنا۔ اب یہاں
نہیں رہنا وہاں دوسرے ملک میں جاکر رہنا ہے۔ یہاں سے وہ اپنا بوریا بسترا
سب پلیٹ کے سب چھوڑ چھاڑ کے اس دنیا میں چلا جاتا ہے۔ یعنی انتقال کرجاتا
ہے، منتقل کرجاتا ہے۔تو وہ بندے جو منتقل ہوا وہ مرگیا یا زندہ ہے؟ تو بھائی یہ
جتنے لوگ ہمارے مرے ہوئے ہیں یہ بتاؤ یہ مرگئے ہیں یا زندہ ہیں؟ جی؟ آپ کو
وہ نظر کیوں نہیں آتے؟ صلاحیت تو ہے ۔ آپ ان کو مردہ جان رہے ہیں۔سوچ
غلط ہے۔ طرز نظر غلط ہے۔ زاویہ نظر غلط ہے۔ عربی کا لفظ ہے انتقال
ہونا۔ انتقال ہونے کا مطلب ہے منتقل ہونا۔ کہیں آپ یہ کہیں کہ انتقال
مرگیا کا مطلب امر ہوگیا۔ یہ ہندی ہوگیا ۔ اچھا اب مرنے پر آجائیے ۔ مرگیا۔
کا لفظ ہے۔ امر ہوگیا وہ۔ امر ہوگیا کیا مطلب؟ کہ اس طرح زندہ ہوگیا کہ
اب موت نہیں آئے گی۔ یعنی اب انتقال نہیں کرے گا وہیں رہے گا۔ ایسا ٹھکانہ
متعین ہوگیا ہے کہ جہاں سے اب وہ واپس نہیں آئے گا۔ دماغ میں آپ ذرا تھوڑا
سا زور ڈالیں کہ یہ جو مرنا جینا ہے جس طرح ہم مرنے جینے کی تعریف کرتے
ہیں کیا یہ صحیح ہے؟ اچھا دوسری بات کہ ایک آدمی ایک ملک سے دوسرے ملک
میں منتقل ہوتا ہے ۔ وہاں ایک ملک سے دوسرے ملک جس میںمنتقل ہورہا ہے
وہاں زندگی کی سہولتیں اسے زیادہ میسر ہیں۔ آرام و آسائش کے سامان زیادہ
ہیں۔پابندیاں کم ہیں، آزادی زیادہ ہے۔ وہ آدمی ایک ملک سے نکل کر دوسرے
ملک میں چلا گیا۔ وہاںاس جیسے اور آدمی بھی ہیں۔ انسان بھی ہیں، اس کے
عزیز رشتے دار بھی ہیں، اس کے دوست احباب بھی ہیں۔ اور ایسے لوگ بھی
ہیں جن سے چاہے۔ وہ دوستی کرلے ، جن سے چاہے۔ دوستی نہ کرے۔ تو وہ آدمی
جس کو زیادہ سہولتیں حاصل ہیں ، وہ وہاں سے کیوں آئے گا؟ جہاں کم
اب دیکھیں ناں یہاں سے ہمارے سہولتیں ہیں وہاں وہ کیوں آئے گا؟ یا آئے گا؟
پاکستانی بھائی چلے جاتے ہیں اتنی مشقت کی زندگی گزارتے ہیں وہاں دوسرے
ملکوں میں ۔ لیکن واپس نہیں آتے۔ وہ کہتے ہیں جی یہاں سکون ہے، حقوق
ہیں، قانون ہے ، فلاں ہے فلاں ہے۔ اب پہلی بات یہ سمجھنے کی ہے کہ یہ جو
مرنا ہے یہ مرنا کا مطلب یہ نہیں ہے کہ آدمی نیست و نابود ہوگیا۔ مرنے کا

مطلب یہ ہے کہ ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہوگیا۔ جیسے یہاں سرجانی
ٹاؤن سے آپ لانڈھی منتقل ہوگئے۔ لانڈھی سے آپ کلفٹن منتقل ہوگئے۔ کلفٹن
سے کسی اور محلے میں منتقل ہوگئے۔ جس کو شہر ... نہیں کرسکتے۔ کراچی
سے لاہور منتقل ہوگئے، لاہور سے پشاور منتقل ہوگئے۔ پشاور سے کہیں سندھ
میں منتقل ہوگئے۔ یعنی اس کو چاہے آپ کتنا ہی پھیلاوا کرلیں اور چاہے آپ اس
کے ٹکڑے ٹکڑے کرکے کتنا ہی اسے مختصر کردیں۔ رد و بدل کا نام زندگی ہے۔
جب تک رد و بدل نہیں ہوگی زندگی نہیں چلے گی۔ جب تک تغیر نہیں ہوگا ،
میں اور آپ پیدا نہیں ہوں گے۔ یا ہوں گے؟ بھئی اپنی پیدائش پہ غور کرلو اللہ
تعالیٰ نے بھی بڑی وضاحت کے ساتھ بیان کیا ہے۔ پہلے مٹر کے برابر بچہ ہوتا
ہے۔ پھر اور بڑا ہ پھر مضغة بنتا ہے ، پھر ہڈیاں بنتی ہیں۔ پھر گوشت پوست
بنتا ہے ہ اس کے اندر روح ڈالی جاتی ہے۔ پھر وہ جیتا جاگتا انسان بن جاتا ہے۔
پھر اللہ تعالیٰ اس کو زمین پر لے آتے ہیں۔ وہاں جب وہ یہاں آجاتا ہے یہاں بھی
تغیر ہی تغیر ہے۔ اگر بچے کی زندگی کا تجزیہ کیا جائے تو چار بچے آپ اپنے
سامنے بٹھائیں۔ ایک بچہ ایک دن، ایک بچہ دو دن کا، ایک بچہ تین دن کا، ایک بچہ
چار دن کا۔ آپ کو کوئی جج بناتا ہے۔ اور یہ کہتا ہے صاحب یہ چار بچے ہیں۔یہ
چار بچے الگ الگ کیوں ہیں؟ آپ کا جواب یہ ہوگا کہ یہ چاروں بچے الگ الگ اس
لئے ہیں کہ یہ چار بچے تغیر پذیر ہیں۔ایک بچے میں ایک دن کا تغیر ہوا۔ وہ ایک
دن کا ہوگیا۔ دوسرے بچے میں دو دن کے تغیرات ہوئے ہ تغیرات سے مراد رات
گزر گیا، دن گزر گیا۔ گھنٹے گزر گئے، منٹ گزر گئے، سیکنڈ گزر گئے، لمحات گزر
گئے۔پھر آپ چار بچے اور لے لیں۔ایک بچہ ایک سال کا ہے۔ ایک بچہ دس سال کا
ہے۔ ایک بچہ بیس سال کا ہے۔ ایک بچہ تیس سال کا ہے۔ اگر آپ سے یہ پوچھا
جائے یہ تیس سال ، ایک سال ، دس سال، بیس سال کا کیا مطلب ہوا؟ آپ کہیں
گے جی عمر بڑھ گئی۔ سوال یہ کہ عمر کیسے بڑھ گئی؟ کیسے بڑھ گئی بھائی
عمر؟ ہیں؟ جی؟ جو بچہ دس سال کے تغیرات سے گزر گیا وہ دس سال کا
ہوگیا۔جو بچہ بیس سال کے تغیرات سے گزر گیا وہ بیس سال کا ہوگیا۔ اور جو
بچہ تیس سال کے تغیرات سے گزر گیا وہ تیس سال کا ہوگیا۔ زندگی کے نشیب و
فراز ، زندگی کے شب و روز سوائے تغیر کے کچھ بھی نہیں ہے۔ ہر آدمی جوان
ہوتا ہے ہ وہ بھی ایک اس کی زندگی میں ایک تغیر ہے۔ یعنی تغیرات میں سے
گزر کر جب وہ کہیں کھڑا ہوتا ہے اس کا نام عمر ہے۔ اب اس کو اور سمجھ
لیجئے۔ جوانی ... جوانی کب آئی آپ کے اوپر ؟ بتاؤ بھائی۔ اٹھارہ سال تغیرات کی
چکی میں آپ کو اس طرح پسا ہ اٹھارہ سال کے تغیرات کا جو نتیجہ ہے جو
حاصل ہے اس کا نام ہے...ہیں؟ چالیس سال کے تغیرات کا حاصل کیا ہوا؟
بوڑھاپا۔ ساٹھ سال میں وہ اس قابل نہیں رہا جسم اتنا کمزور ہوگیا کہ وہ
زمانے کے نشیب و فراز برداشت نہیں کرسکتا۔ اب ایسا تغیر ہوا کہ وہ اس
جسم نے دنیا کی جو فضا ہے ہ اس فضا میں جو انرجی ہے ہ اس فضا کی جو
پریشانیاں ہیں ، غم ہیں ہ اس کو اس نے برداشتہ کرنے سے عاجز آگیا۔ اور وہ

اب مزید گنجائش نہیں ہے۔ اس کو آپ یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ جب کوئی
آدمی ساٹھ سال یا ستّر سال کا ہوا اور اس نے سوچا کہ بھائی میں بچہ تھا اب
ساٹھ سال کا ہوگیا ۔ اور روز کے روز ابھی بھی میرے اندر تغیر ہورہا ہے جب
تغیر ہورہا ہے تو وہاں چلو کہ جہاں تغیر تھوڑاکچھ دیر کے لئے رکے۔آدمی اس
دنیا سے دوسری دنیا میں منتقل ہوجاتا ہے۔ یہ اولیاء اللہ جو ہیں ، ان میں اور
پوری نوع انسانی میں ایک بنیادی فرق ہے۔ وہ یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا کوئی
بھی عاشق، رسول اللہ ﷺ کے علم کا کوئی بھی بندہ ، رسول اللہﷺ کا کوئی بھی
وارث ، سب سے پہلے جب اسے شعور آتا ہے تو وہ یہ سوچتا ہے کہ یہ زندگی کیا
ہے۔ اب اس کو اس کا جواب مل جاتا ہے کہ زندگی تو کچھ بھی نہیں ہے۔
زندگی تغیر کا نام ہے اور ایسے تغیر کا نام ہے کہ جس تغیر میں تمہارا کوئی بھی
عمل دخل نہیں ہے۔ بتائیں اگر ہے تو بھائی؟ پیدا ہوئے آپ، ایک دن کے تھے ، چھ
مہینے کے ہوئے۔ آپ کا کیا عمل دخل ہے؟ ہے کچھ؟ دس سال کے ہوئے۔ جوان
ہوگئے۔ بوڑھے ہوگئے۔ بالآخر جسم اتنا ناتواں، نحیف اور کمزور ہوگیا کہ جناب
اب تو یہاں رہنا ہی بیکار ہے ۔ گھٹنے ٹوٹ گئے، ہر وقت درد رہتا ہے۔اٹھو تو
ہائے، بیٹھو تو ہائے۔ بھوک ختم ہوگئی۔ آنکھیں خراب ہوگئیں۔ کان بہرے ہوگئے۔
ایسے آدمی کاکیا فائدہ۔ اب وہیں چلو۔ ایسی جگہ چلو جہاں آدمی بہرا نہیں
ہوتا۔ ایسی جگہ چلو جہاں آدمی اندھا نہیں ہوتا۔ ایسی جگہ چلو جہاںگھٹنوں
میں درد نہیں ہوتا۔ بخار نہیں چڑھتا۔ جب وہ یہ کہتا ہے یار بس چلووہیں
چلو ۔ وہ ایک بڑے تغیر کے لئے تیار ہوجاتا ہے اور اس دنیا سے اس دنیا میں منتقل
ہوجاتاہے ۔ چونکہ اللہ کے کسی دوست کی سمجھ میں یہ بات آجاتی ہے کہ
یہاں کچھ نہیں ہے۔ تغیر ہی تغیر ہے۔ اور اس تغیر پر مجھے کسی بھی قسم
کی دسترس حاصل نہیں ہے۔ مجبور محض ہوں بالکل۔پھر اس میں دل کیا
لگانا؟ بھائی جب تغیر ہورہا ہے ۔ میرے چاہنے سے ہورہا ہے، میرے نہ چاہنے سے
ہورہاہے۔ میں کچھ بھی نہ کروں تب بھی ہورہا ہے۔ آپ نے دیکھا ہے جو لوگ
بچے ہوتے ہیں ہینڈی کیپ ۔ بیچارے کسی کام کے نہیں ہوتے۔کیا وہ جوان نہیں
ہوتے؟ کیوں بھئی؟ کیا ان کے اعصاب مضبوط نہیں ہوتے؟ توانا نہیں ہوتے؟ کیا ان
کی داڑھی نہیں نکلتی؟ بھائی اگر آپ یہ کہیں کہ ہم تو عقل مند تھے اس لئے
عقل ہونے سے جوان ہوگئے۔ بھائی وہ پاگل آدمی تو عقل مند نہیں ہے بے چارہ
وہ کیوں جوان ہوگیا؟ اور آپ کیسے عقل مندہیں؟ کہ آپ جوانی جیسی قیمتی
شئے کو کھو کر بوڑھے ہوجاتے ہیں؟ یہ عقل مندی ہے؟ بوڑھے آپ اس لئے ہوجاتے
ہیں کہ آپ مجبور ہیں بوڑھے ہونے پر کوئی آپ کو اختیار نہیں ہے۔ چلئے جوانی
بوڑھاپا تو بعد کی بات ہے۔ پیدائش پر آپ کا کیا اختیار ہے بھئی پیدائش پر؟ کسی
کو پتہ نہیں کون میری ماں ہے ،کون میرا باپ ہے؟ جب وہ اللہ تعالیٰ کے حکم
سے پیدا ہوجاتا ہے ، جہاں اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں وہی اس کے ماں باپ ہوجاتے
ہیں۔ لیکن اس بچے کو کیا اس بات کا علم ہے کہ میں نہ سید کے گھرانے میں
پیدا ہونا ہے۔ میں نہ شیخ کے گھرانے میں پیدا ہونا ہے۔ پتہ ہے بھئی؟ اتنے سارے

بیٹھے ہیں ماشاء اللہ ۔ ہزاروں تو ہوں گے۔ کوئی آدمی ایک ہاتھ اٹھائیں جی
میں تو اپنی مرضی سے پیدا ہوا؟ اٹھائے بھائی ایک آدمی ہاتھے ارے بھائی ایک تو
اٹھاؤ۔ اچھا کوئی آدمی اس بات پر ہاتھ اٹھادے کہ میں جوان اپنی مرضی سے
ہوا۔ بھئی جوان تو آپ ہوئے ناں۔عقل بھی آئی ، شعور بھی آیا۔ الحمد للہ ! اللہ
تعالیٰ نے اعصاب بھی مضبوط کئے۔ معصوم سا بچہ جو ایک چھٹانک وزن نہیں اٹھا
سکتا وہ بندہ دو ڈھائی من کی بوری کمر پہ اٹھا لیتا ہے۔ اللہ اسے اتنی طاقت
دے دیتا ہے۔ کوئی آدمی بتائے کیا وہ اپنی مرضی سے جوان ہوا ہے؟ سوچ لو
بھائی! میں اتنی دیر میں سانس ہی لے لوں اتنی دیر میں آپ سوچ لیں۔جواب
نفی میں ہے۔ اب بوڑھاپے پر آجائیے۔ دنیا کا ہر آدمی چاہتا ہے کہ میں بوڑھا نہ
ہوں۔یہ ہے تو ذرا لطیفہ کی بات ہے۔ کہتے ہیں ایک صاحب کا انتقال ہوگیا ۔
وہاں جائداد کا مسئلہ تھا بڑا بیٹا ذرا بہت تیز تھا۔اس نے کہا بھائی اگر کوئی
میرے باپ کو زندہ کردے صرف اتنا کردے کہ آنکھ کھول دے ، مسکرا دے۔ بس میں
اس کو منہ مانگا انعام دوں گا۔ وہ ایک صاحب نے کہا۔ دیا صاحب میں زندہ
کردوں گا۔ پیسے مقرر ہوگئے۔ اس نے ایک بندے نے بڑے صاحب کے بہت بوڑھے
ضعیف تھے کان میں کچھ کہا۔ ادھر جناب اس نے لڑکے نے ابا کے ہاتھ میں قلم
پکڑ کے کھڑا ہوگیا۔ کاغذ جو دستخط کرانے تھے۔وہ لکھ لیا۔ ان صاحب نے ایک
دفعہ کچھ کہا کچھ نہیں ہوا۔ دوسری دفعہ کچھ کہا، کچھ نہیں ہوا۔ تیسری
دفعہ کچھ کہاتو بڑے میاںپہلے تو مسکرائے۔ پھر آنکھیں کھول دیں۔ اس نے جلدی
سے بچے نے دستخط کرادئے۔ اور وہ مر گئے۔ اب اسے بڑی فکر ہوئی بیٹے کو کہ
آخر یہ ایسا کون سا نسخہ ہے بھئی یہ ایسا کون سا وظیفہ ہے ، کون سی پھونک
ہے۔ اب اس نے کہا بھئی اب یہ بھی بتادو۔ اب اس کا بھی انعام مقرر ہوگیا۔
اس نے کہا میں نے تو بھائی کچھ بھی نہیں کہا۔ میں نے تو یہ کہا تایا جی !
تمہاری شادی کر رہے ہیں۔ تایا جی تمہاری شادی کررہے ہیں۔ جب تیسری
دفعہ کہا تایاجی تمہاری شادی کرر ہے ہیں ، آنکھیں کھول دیں۔اس کا مطلب یہ
ہے کہ شادی بیاہ ... یعنی کوئی آدمی اس دنیا سے نہیں جانا چاہتا۔ لیکن اس کے
باوجود مرجاتا ہے۔ اب مسئلہ کا حل یہ نکلا کہ انسان تغیر کا نام ہے۔ دنیا کس
کا نام ہے؟ دنیا بھی تغیر کا نام ہے۔ تاریخ کا کیا مطلب ہے؟ تغیر۔ پانچ ہزار سال
قبل مسیح۔ دو ہزار سال قبل مسیح۔ دو ہزار عیسوی۔ تین ہزار عیسوی۔
ہجری یہ وہ سب۔ یعنی زمانے نے کتنا تغیر کیا اس تغیر کا نام صدی ہے۔ دنیا کیا
ہے؟ دنیا کیا ہے؟ بھئی زور سے بولو! آدمی کیا ہے؟ تو جب آپ بھی تغیر ہیں، دنیا
بھی تغیر ہے تو دنیا میں دل لگانے کا کیا مطلب ہے بھئی؟ اب تغیر پر آپ کو کوئی
اختیار نہیں ہے۔ یہ اللہ والے لوگ جو ہیں یہ اس بات کو چونکہ جان لیتے ہیں کہ
دنیا کی اپنی کوئی حیثیت نہیں ہے ۔ یہ خود ہی بدل رہی ہے۔ چوبیس گھنٹے
میں پتہ نہیں کتنی بدل جاتی ہے۔ آپ دیکھیں یہاں موسم ۔ دوپہرمیں گرمی
ہوجائے گی ۔ شام کو سردی ہوجائے گی۔ وہ یہ سوچ کے یہ طے کرلیتے ہیں کہ
اب جب ہم بھی تغیر ہیں، دنیا بھی تغیر ہے۔ تو اس تغیرات سے نکلنے کا واحد

طریقہ یہ ہے کہ زندگی کو روٹین میں لاؤ۔ دلچسپی صرف اس حد تک ہو جس حد تک روٹین ہے۔ اس روٹین کو اپنے اوپر مسلط رکھو۔ بھئی دنیا میں سب کچھ ہورہاہے، ہورہا ہے ٹھیک ہے۔ دنیا کا ایک اور بھی قانون ہے۔ وہ قانون یہ ہے کہ دنیا گریز اور کشش کا نام ہے ۔ایک آدمی ، ایک آدمی کی طرف بھاگتا ہے۔ یعنی کشش ہورہی ہے اس کو۔ دوسرا آدمی اس سے بھاگ رہا ہے۔ یعنی دنیا گریز اور کشش کے اوپر قائم ہے۔ جب دنیا گریز اور کشش کے اوپر قائم ہے تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ گریز اور کشش اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک معین فارمولا ہے۔ گریز بھی ہوگا، کشش بھی ہوگی۔ اگر گریز نہیں ہوگا ،کشش نہیں ہوگی۔ کشش نہیں ہوگی، گریز نہیں ہوگا۔ مثلاً ایک آدمی۔ دو آدمی ہیں۔ میاں بیوی ہیں۔ وہ ملتے ہیں گلے ایک دوسرے سے۔ اتنا قریب ہوجاتے ہیں ایک دوسرے کے کہ اس کے اندر آپ ان کے جو اتصال ہے جسم کا، اس میں آپ باریک سے باریک کاغذ داخل نہیں کرسکتے۔ ذرا تصور کریں۔ جن کی شادیاں ہوئیں وہ آرام سے کرلیں گے۔ سوال یہ ہے کہ جب باریک سے باریک کاغذ بھی اس اتصال میں حارج نہیں ہوتا تو دوئی کیسے برقرار رہتی ہے؟ سوال ہے یہ۔ بھائی دو ہاتھ ہیں۔ اس کو ملائیے آپ اس طرح۔ سب لوگ ملائیے۔ زور سے ملائیے۔ اب بتائیں ہاتھ مل گئے یا خلا ہے؟ خلا سے مراد یہ ہے کہ دونوں ہاتھ الگ الگ محسوس ہورہے ہیں یا ایک ہے؟ تو الگ الگ کیوں محسوس ہورہے ہیں بھئی؟ ایک ہاتھ دوسرے ہاتھ سے گریز کررہا ہے۔ جب تک گریز نہیں ہوگا کشش نہیں ہوگی۔ اور جب تک کشش نہیں ہوگی ، گریز نہیں ہوگا۔ یہ ایک اصول ہے۔ اب اس کو سائنسدان میگنٹ کہتے ہیں کہ جی

magnetized

ہوگیا، فلاں ہوگیا۔ اب اس بات کو یوں سمجھیں کہ یہ ایک پلیٹ ہے۔ اس پلیٹ کو میں اپنے ہاتھ کے ساتھ لگاؤں۔تو میں کتنا ہی اس پہ زور لگالوں ہاتھ میرا پلیٹ کے اندر نہیں جائے گا اور پلیٹ ہاتھ کے اندر نہیںجائے گی۔ آپ کہیں گے موم میں چلا جائے گا لیکن وہاں بھی خلا رہے گا۔ یہ کیوں ہوتا ہے بھئی؟ یہ اس لئے ضروری ہے کہ اگر بیچ میں خلا نہ ہو ، بیچ میں معین مقدار نہ ہو تو گریز اور کشش دونوں کا قانون ٹوٹ جائے گا۔ اور تعارف کا سلسلہ ختم ہوجائے گا۔ اب آپ اس بات کو یوں سمجھیں کہ ایک آدمی وہ دنیا سے محبت کرتا ہے ۔ دنیا کو آپ ایک جسم تصور کرلیں۔ ایک جسم تصور کرلیں ۔ ہندو لوگ تو لکشمی کہتے ہیں اس کو۔ ایک جسم تصور کرلیں۔ اب وہ جب آپ اس جسم سے دولت سے متصل ہوں گے تو اگر اس دولت کے اندر آپ جذب ہوگئے تو گریز اور کشش کا قانون ختم ہوجائے گا ۔ نتیجہ اس کا یہ نکلے گا کہ نہ دولت رہے گی نہ آپ رہیں گے۔ اس کے لئے ضروری یہ ہے کہ خلا، اسپیس بیچ میں رہے۔ اس اسپیس کو اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں مقدار کا نام دیا ہے۔ سبح اسم ربک الاعلیٰ الذی خلق فسویٰ... والذی قدر فھدیٰ... پاک اور بلند مرتبہ ہے وہ ذات جس نے ہر چیز

کو تخلیق کیا معین مقداروں کے ساتھ ۔ مقدار نہیں ٹوٹے گی۔ اب اگر
دولت ،دولت یا دنیا، دنیا میں سبھی کچھ آگیا۔ دولت بھی آگئی، گھر بھی آگیا۔
بیوی بچے سب کچھ آگیا۔ آپ میں اور دولت میں یا دنیا میں ایک سینٹی میٹر کے
ہزارویں حصے کے برابر خلا رہنا چاہئیے۔ اب آپ اس دنیاکی طرف بڑھیں۔ جس
طرح آپ کو اپنا وجود عزیز ہے۔ اس طرح اس دنیا کو بھی اپنا وجود عزیز ہے۔۔ وہ
ایک سینٹی میٹر سمجھ لیجئے۔ سمجھنے کے لئے ۔ اب جب آپ ایک سینٹی میٹر سے
کم ہوں گے ۔ یعنی آگے بڑھیں گے ۔ فاصلے کم کریں گے تو وہ دنیا یا دولت آگے
بڑھ جائے گی۔ پھر کیا ہوگا؟بھئی خلا جو ہے ہخلا تو رہے گا۔ اس کے برعکس اگر
آپ اس دنیا سے بھاگنا شروع کریں گے دنیا آپ کے پیچھے بھاگنا شروع کرے گی۔
ہمارا یہ المیہ ہے کہ ہم نے قرآن پڑھا نہیں ہے۔ قرآن کو سمجھا نہیں ہے۔
کبھی قرآن کے اندر تفکر ہی نہیں کیا۔ پتہ نہیں کہاں الجھے رہے۔سبح اسم ربک
الاعلیٰ الذی خلق فسویٰ... والذی قدر فھدیٰ...ہر چیز معین مقدار کے ساتھ تخلیق
ہوئی ہے۔ اور وہ معین مقدار یں اگر برقرار نہ رہیں تو نظام ٹوٹ جائے گا۔ یہ
جتنے اولیاء اللہ ہیں یہ اس فارمولے سے واقف ہوجاتے ہیں۔ان کے ذہن نشین یہ
بات ہوجاتی ہے ... مستقر و متاع الیٰ حین ... اللہ تعالیٰ نے فرمادیا ہے کہ اس
دنیا میں ہم نے کچھ عرصے کے لئے تمہیں بھیجا ہے تم کو وہاں سے منتقل ہونا
ہے۔ وہ کہتے ہیں کوئی چیز ہماری ہے ہی نہیں۔ ساری چیزیں امانت ہیں۔
گھر بھی کسی کا، بیوی بھی کسی کی، بچے بھی کسی کے ، باپ بھی کسی کا،
ماں بھی کسی کی، میرا کوئی زور ہی نہیں۔ میں چاہوں میری ماں زندہ رہے۔
اللہ چاہتا ہے ماں زندہ نہ رہے۔ کبھی بھی نہیں ہوسکتا۔ اللہ تعالیٰ خود ہی
ماںکی مامتا بھی دیے جب بچے پیدا ہوجاتے ہیں۔ ماں بیچاری رو رو کے باؤلی
ہوجاتی ہے ، بچہ مر جاتا ہے ۔ لیکن ماں بچے کو روک نہیں سکتی۔ ایسے بچے
ماں کو روک نہیں سکتے۔ ان مشاہدات کی بنیاد پر وہ یہ فیصلہ کرتے ہیں کہ
جب یہ ہر چیز تغیر پذیر ہے اور اس تغیر میں ہمارا کوئی کردار بھی نہیں ہے ۔
ہمارا کوئی اختیار بھی نہیں ہے تو ہمیں کیا مصیبت پڑی ہے خواہ مخواہ یہاں
دل لگائیں۔ بھئی تغیر اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا۔ اللہ تعالیٰ نے بنایا۔ بس اللہ تعالیٰ
کے اوپر اس کو چھوڑ دو۔ نہ اللہ تعالیٰ نے ہم سے پوچھ کے ہمیں پیدا کیا۔ نہ
اللہ تعالیٰ نے ہم سے پوچھ کے ہمیں جوان کیا۔ نہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں بوڑھا ہونے
سے روکا جبکہ ہم چاہتے ہیںہم ہمیشہ جوان ہی رہیں۔نہ اللہ تعالیٰ نے بھئی یہ
ہم سے پوچھا کہ کیا تم آنا چاہ رہے ہو۔ جب مرنا ہوا مرگئے۔ چونکہ وہ
مقداروں کے قانون سے واقف ہوجاتے ہیں اس لئے وہ مقدار کی طرف بڑھنے کی
بجائے ریورس قدم اٹھاتے ہیں۔ اور ریورس قدم اٹھانے کا مطلب ہے کہ معین
مقدار کا قائم رہنا ضروری ہے۔ اس لئے دنیا کی ہر چیز ان کے پیچھے لگ جاتی
ہے۔ بڑے بڑے سلاطین، بڑے بڑے بادشاہ ننگے پیر، ننگے سر میلوں میل چل کے ان
کے دربارومیں آکے ہاتھ جوڑ کے کھڑے ہوجاتے ہیں۔ چونکہ تغیر پذیر دنیا سے
انہوں نے اتنا ہی رشتہ قائم رکھا ہے جتنا تغیر میں ضروری ہے۔ اس لئے لوگ ان

کے پاس بھی جاتے ہیں۔ ان کی باتیں بھی سنتے ہیں۔ ان کے اندر کشش بھی
محسوس کرتے ہیں۔ اور ان سے اپنے دکھ کا، درد کا مداوا بھی کرتے ہیں۔یہ بندے
ہمیشہ پیدا ہوتے رہتے ہیں۔ اور ان بندوں کی یہی تعلیمات ہوتی ہیں کہ یہ
اپنے بھائیوں کو ، انسانوں کو ایسا درس دے جائیں کہ جس کی بنیاد پر انسان اس
تغیر پذیری کو قبول کرلے۔ اس تغیر پذیری سے واقفیت حاصل کرلے۔ اور اس
تغیر سے خود کو اتنا آزاد کرلے کہ پھر تغیر کے پیچھے نہ پڑے۔ اب یہ بتائیں ۔ اب
یہ اولیاء اللہ کی تو شان میں نے آپ کے سامنے بیان کردی۔ اس میں حضور قلندر
بابا بھی الحمد للہ! اللہ تعالیٰ نے ہمیں سعادت بخشی ، ہمارے مرشد ہمیں مل
گئے۔ لیکن یہ بتائیں کہ یہ کام کیا آپ نہیں کرسکتے۔ بھئی آپ کو بچے اللہ نے
دئے۔ آپ کہتے ہیں میرا بچہ۔ میرے تو ہیں ۔ لیکن کیا تم ان ک زندگی کے ضامن
ہو؟ کیا ان کے جو وسائل ہیں ۔ کاروبار ہیں ، ملازمت ہے، تعلیم ہے۔ آپ کوئی
دعویٰ سے کہہ سکتے ہیں کہ اپنے بچوں کو بنادیں گے؟ آپ خود بھی جوانی سے
بڑھاپے تک کی زندگی کا تجزیہ کریں ۔ اگر آپ معاملات پر واقعتا غور و فکر کریں
گے تو زیادہ تر واقعات آپ کو ایسے نظر آئیں گے جہاں آپ کا ذہن خود بخود پکار
اٹھے گا یار یہ تو اللہ کی طرف سے ہوگیا۔ یہ تو کام ہونا ہی نہیں تھا۔ لیکن ہم
سوچتے ہی نہیں۔ جب تک انسان اپنی اصل سے واقف نہیں ہوگا ۔ جب تک
انسان اپنی تخلیق سے واقف نہیں ہوگا ۔ جب تک انسان اس تغیر پذیری کو قبول
نہیں کرے گا ۔ مجبوراً تو کیا ہوا ہے ۔ خوشی سے قبول نہیں کرے گا۔ اس کو
کبھی سکون نہیں ملے گا۔ کیوں سکون نہیں ملے گا؟ تغیر میں سکون ہے ہی
نہیں۔ سکون کا کیا مطلب ہے؟ سکون کا مطلب ہے ٹھہراؤ۔ سکون کا مطلب
ہے ذہنی سرور۔ قلبی سکون۔ ایک نشہ کا عالم۔ بے خبری کا عالم۔ سرور کا
عالم۔ آپ کو سچی خوشی کتنی ملتی ہے۔ ایک منٹ آپ کو دے رہا ہوں ۔ ذرا
میں اپنا گلا ٹھیک کرلوں۔ سوچیں غور کریں۔ ہاں جی کوئی صاحب بتائیں گے؟
جی؟ وہی ہوگا ناں بھئی ایک لمحے کے لئے بھی ملتی ہے تو اس کا کوئی ... تو
نکلے گا ناں۔ بھئی یہ بات نہیں ہے ۔ یہ اس طرح تھوڑا ہی ہے۔ مطلب یہ ہے
کہ آپ نے سولہ گھنٹے میں ، سولہ گھنٹے میں کتنی ناخوشیاں حاصل کیں ، کتنی
خوشی حاصل کی۔ تو سولہ گھنٹے کے کتنے منٹ ہوگئے جی؟ ساٹھ کے حساب سے
ضرب دے لوے ہیں جی؟ نو سو ساٹھ منٹ میں کتنی خوشیاں حاصل ہوئیں۔ کتنی
ناخوشیاں حاصل ہوئیں؟ مجھے تو ایسا لگتا ہے نو سو ساٹھ منٹ ناخوشی میں
چلے جاتے ہیں۔ اب یہی ہے ناں سارا وقت ناخوشی میں گزر گیا ناں۔ اب آپ یہ
بتائیں اس ناخوشی کا آپ کو فائدہ کیا پہنچا؟ اس ناخوشی کا آپ کو فائدہ تو
نہیں پہنچا ناں۔ تو زندگی آپ کی کارآمد ہوئی یا ضائع ہوئی؟ اسی صورت سے
ایک دن کے حساب سے پوری زندگی آدمی بے کار خیالات میں اپنا وقت گزار کر اور
اس دنیا سے وہ مرجاتا ہے۔ کچھ بھی ساتھ نہیں رہتا۔ بس یہی وہ فلسفہ ہے ۔
جس کو سمجھنے کی ضرورت ہے ۔ اگر آپ نے یہ بات سمجھ لی کہ دنیا تغیر کے
علاوہ کچھ نہیں ہے ۔تغیر اس وقت ہوتا ہے جب کشش اور گریز ہوتا ہے۔

کشش گریز جب ہوتا ہے۔ جب اس کے ساتھ مقداریں معین ہوتی ہیں۔ معین
مقداریں اگر تغیر کی طرف ... کیا کہتے ہیں اسے بھاگنے کو ؟ اگر تغیر کی طرف
دوڑیں گے تو ساری زندگی پریشانی ہے۔ اور اگر تغیر سے فرار ہے ۔ تغیر سے
فرار کا مطلب یہ نہیں کہ دنیا چھوڑ کے جنگل میں جاکر بیٹھ جاؤ وہ اور بھی
زیادہ غلط بات ہے۔ اگر تغیر سے فرار ہے۔ فرار کا مطلب یہ ہوگا کہ آپ اس
طرف بھاگ رہے ہیں جس کے قبضہ ء قدرت میں تغیر ہے۔ چونکہ اس ذات اعلیٰ
میں تغیر نہیں ہے ۔ جب آپ فرار کریں گے تغیر سے تو اللہ کی طرف آپ کا رخ
ہوجائے گا۔ اور جب اللہ کی طرف رخ ہوجائے گا ۔ اللہ میں تغیر نہیں ہے۔ اور
جہاں تغیر نہیں ہے وہاں سکون ہے آرام ہے۔ پریشانی نہیں ہے۔ کتنی آسان
بات ہے ، کتنی آسان بات ہے۔ لیکن بات یہ ہے کہ بات تو آسان ہے لیکن بات
اسی وقت تک آسان ہے جب تک آپ پنڈال میں بیٹھے ہوئے ہیں۔ باہر جاکر کہیں
گے بھئی واہ اباجی نے کیا تقریر کی۔ سبحٰن اللہ ! بھئی کیا تقریر کی... بھئی مزہ
آگیا بھئی مزہ آگیا۔ بھئی ہمیں بھی کچھ بتادو۔ یار وہ ٹیپ لائیں گے پھر بتائیں
گے۔ میرے عزیز ، میرے دوستو! حضور قلندر بابا اولیا کی ذات گرامی ہم سب کے
لئے مشعل راہ ہے۔ ہمیں ان کی تعلیمات پر عمل کرنا چاہئے۔ ان کی تعلیمات
اتنی لطیف بھی ہیں۔ روشن بھی ہیں، واضح بھی ہیں۔ استدلال بھی ہے اس
میں۔ ان کی تعلیمات میں لاجک بھی ہے۔ سائنس بھی ہے۔ مثالیں بھی ہیں۔
بات صرف یہ ہے کہ اس کی طرف توجہ دینا ہے۔ ان تعلیمات کو پڑھنا ہے۔ ان
تعلیمات پر تفکر کرنا ہے۔ اور ان تعلیمات کے حصول میں جو انہوں نے اسباق اور
مراقبہ کا نظام بنایا ہے اس پر عمل کرنا ہے۔ اگر اس پر عمل ہوگیا۔ تو انشاء
اللہ زندگی بڑی پر آسائش اور بڑی پرسکون گزر جائے گی۔ یہاں بھی آپ کو
راحت ملے گی اور اس تغیر پذیر دنیا کے بعد جو دوسری دنیا ہے تغیر اس میں بھی
ہے ۔ لیکن اس کا تغیر بڑا ہے۔ مثلاً یہاں زیادہ سے زیادہ سو سال میں آدمی
مرجائے گا۔ وہاں ہوسکتا ہے زیادہ سے زیادہ ایک لاکھ سال میں آدمی مرتا ہو۔
جب سے ہابیل قابیل مرے تو دنیا تو چل رہی ہے۔ لیکن وہاں تغیر ہے۔ اس دنیا
میں بھی مستقل نہیں رہنا ہے۔عالم حشر و نشر ہوگا۔ جنت ہوگی، دوزخ
ہوگی۔ ابد ہوگا، ابدالآباد ہوگا۔ جنت دوزخ ... یہ جنت دوزخ بھی کیا ہے؟ وہ بھی
ایک تغیر ہے۔ جو چیز رہنے والی نہیں ہے وہ تغیر ہے۔ اور جو چیز رہنے والی ہے
وہ اللہ ہے۔ جتنا رشتہ آپ کا اللہ سے قائم ہوجائے گا اسی مناسبت سے آپ اس
تغیراتی جھمیلے میں رہتے ہوئے آپ خوش بھی رہیں گے آزاد بھی رہیں گے۔ اپنے
لئے بھی اچھے ہوں گے ۔ اپنے بھائیوں کے لئے بھی اچھے ہوں گے۔ اور اگر تغیر میں
ہی آپ دفن ہوگئے جیسے ساری دنیا دفن ہورہی ہے تو خسر الدنیا و الآخرۃ
ذالک ھوا الخسران المبین ... اس دنیا میں بھی گھاٹا اور آخرت میں بھی گھاٹاہے
اور سراسر نقصان۔ اللہ تعالیٰ ہم سب ...۔ بھئی کیا بج گیا بھئی؟ بھئی طے ہوا
تھا کہ دس بجے ختم کرنا ہے ہر حال میں ۔ کتنے بیس منٹ زیادہ ہوگئے؟ بھئی
آپ لوگوں کو دیر ہوجائے تو گھر جانے میں دقت ہوگی؟ بھئی زور سے بولو!

ہمارے یہاں یہ بڑی میٹنگ ہوتی رہی ہے کہ وہ دیر ہوجاتی ہے لٰذا جلدی جلدی نمٹانا چاہئیے۔ ان کو خواتین کو بڑی شکایت ہے ان کے میاں بڑے ناراض ہوتے ہیں۔ بہرحال اب آپ ایسے کریں حضور قلندر بابا اولیا کے بتائے ہوئے جو اسباق ہیں ، ان کا ورد کرتے ہیں۔ تھوڑا سا مراقبہ کرلیتے ہیں۔ اس کے بعد انشاء اللہ ...۔ ابھی آپ کا ذہن اس قابل ہے کہ اس میں اتنا یہ یکسو ہوگیا ہے کہ اس میں اگر کچھ ڈال دیا جائے تو تھوڑا سا کچھ گنجائش ہے۔ تو میں سمجھتا ہوں کہ چونکہ ذہن یکسو ہوگیا ہے ، خالی ہوگیا ہے ۔ اس یکسوئی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے پہلے ہم ذکر کرتے ہیں۔ یا اللہ، یا رحمٰن، یا رحیم کاہ اس کے بعد پھر ہم مراقبہ کریں گے۔ مراقبہ سے فارغ ہوکر ہم آپ لوگوں سے یہ پوچھیں گے کہ ... کن لوگوں کو سکون ملا، کن لوگوں کو کیا ہوا۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم ... بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ... یا اللہ، یا رحمٰن، یا رحیم کاورد کروں گا ۔ پہلے آپ مجھے سن لیں ...تین دفعہ سنیں۔ پھر میرے ساتھ آواز میں آواز ملا کے آپ لوگ بھی پڑھیں۔ اللہ کا جب ذکر ہوتا ہے ۔ رسول اللہ ؐ کے ارشاد کے مطابق آسمانوں سے فرشتے نازل ہوتے ہیں۔اور وہ ذکر میں شریک ہوجاتے ہیں۔ اولیاء اللہ کی ارواحیں ایسے لوگوں کی طرف متوجہ ہوجاتی ہیں جن کے دل اللہ کے نور سے بھر جاتے ہیں۔ اور ان میں گداز پیدا ہوتا ہے۔

... بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(ذکر ... یا اللہ، یا رحمٰن، یا رحیم)

مراقبہ میں یہ تصور کریں کہ مجھے اللہ دیکھ رہا ہے۔

... بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(مراقبہ)

...درود خضری

...سورۃ الاخلاص

... سورۃ الفاتحہ

... بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ان اللہ و ملایکۃ یصلون علی النبی ... یایھا الذین امنوا صلو علیہ وسلم تسلیماً

... درود ابراہیمی

... دعا

یا اللہ! جو کچھ ہم نے سنا ہے اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرما۔ یا اللہ
حضور قلندر بابا اولیائؒ کے لئے جن لوگوں نے قرآن خوانی کی ہے ، درود شریف
پڑھا ہے ۔ کلمہ طیبہ کا ورد کیا ہے۔ اور جس طرح بھی ایصال ثواب کا طریقہ
اختیار کیا ہے ۔ یا اللہ ! ان سارے قرآن کو، ساری درودوں کو ، کلمہ طیبہ کو
رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں ہم ہدیہ بنا کر پیش کرتے ہیں۔ اس کے بعد
صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ عنہما اجمعین، خلفائے راشدین ، مجتہدین،
بزرگان عظام ، اولیائے کرام ، تمام اولیاء اللہ ... بالخصوص حضرت نانا تاج الدین
ناگپوری ، حضور قلندر بابا واولیا کو اس کا ثواب پہنچادے۔یا اللہ! ا ن تمام
بزرگوں کے طفیل میں ہماری چھوٹی بڑی خطاؤں کو معاف فرمادے۔ یا اللہ !
ہمارے چھوٹے بڑے گناہوں کو معاف فرمادے۔ یا اللہ! ہماری خطاؤں کو، ہماری
لغزشوں کو معاف فرما۔ یا اللہ! ہمیں اعمال صالحہ کرنے کی توفیق عطا فرما۔
یا اللہ ! ہمیں رسول اللہ ﷺ کی نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرما۔ یا اللہ!
ہماری روحانی صلاحیتوں کو بیدار فرما۔ یا اللہ! ہمیں اپنی ذات کا عرفان نصیب
فرما۔ یا اللہ! ہمیں اپنی صفات کا عرفان نصیب فرما۔ یا اللہ! ہمیں رسول
اللہ ﷺ کی ذات مقدس کا عرفان نصیب فرما۔ یا اللہ! ہمیں حضور قلندر بابا
اولیائؒ کا عرفان نصیب فرما۔ یا اللہ! ہماری دین دنیا دونوں اچھا کردے۔یا اللہ!
ہمارے حالات میں جو پیچیدگیاں ہیں، پریشانیاں ہیں یا اللہ! انہیںختم فرمادے۔ یا
اللہ! صراط مستقیم پر چلنے کی توفیق عطا فرما۔ یا اللہ! ہمیں اپنے بچوں کے
لئے شفیق اور مشفق بنا۔ یا اللہ! ہمارے بچوں کو والدین کے لئے سعادت مند بنا۔
یا اللہ! اولا د کے جو فرائض ہیں والدین کے اوپر خصوصاً شادی بیاہ سے متعلق یا
اللہ! ہمیں سرخرو فرما اور ان کو پورا کرنے کی توفیق عطا فرما۔ یا اللہ! جو بے
روزگا ر ہیں انہیں روزگار عطافرما۔یا اللہ! جو پریشان حال ہیں ان کی
پریشانیوں کو دور فرما۔ یا اللہ! اپنی رحمت سے آپ نے جن لوگوں کو وسائل
عطا فرمائے ہیں یا اللہ ان کی وسائل میں مزید برکت عطا فرما۔ یا اللہ ! انہیں
اپنی مخلوق کی خدمت کرنے کی توفیق عطا فرما۔ یا اللہ! ہمارے اندر اپنی
مخلوق کی محبت عطا فرما۔یا اللہ! ہمارے اندر بھائی چارہ عطا فرما۔یا اللہ!
ہمیں تفرقہ بازی سے محفوظ فرما۔ یا اللہ! ہمیں متحد ہوکر صراط مستقیم پر
قائم رکھ! یا اللہ! ہمیں آخرت میں سرخرو فرما۔ اللھم ربنا ظلمنا انفسنا و ان
لم تغفر لنا و ترحمنا لن کوننا من الخاسرین ... .یا اللہ! ہمارے والدین جو
اس دنیا میں نہیں ہیں ان کی آپ مغفرت فرمائیں۔ یا اللہ ! ہماری آخرت کو
اس طرح اچھا فرما کہ ہم وہاں جاکر خوش رہیں۔اور یہاںبھی ہمیں خوشیاں
عطا فرما۔..........درود......۔ اختتام۔